حشمت خان
اسکالر پی ایچ ڈی اردو، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ
ڈاکٹر نذر عابد، ڈاکٹر محمد الطاف
استاد شعبہ اردو، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

سجاد ظہیر کی نثری نظم: ایک مطالعہ

Hashmat Khan
Scholar PhD Urdu, Hazara University, Mansehra
Dr. Nazar Abid, Dr.Muhammad Altaf
Department of Urdu Hazara University Mansehra

A Study of Sajjad Zaheer's Prose Poem

Poem (Nazam) is an important genre of Urdu literature and it is diverse in forms as Urdu literature itself. Many poets have created rich poetry to the best of their capabilities in the different forms of Urdu Nazam. Sajjad Zaheer stands head and shoulder among such poets. He created great poems in varied forms of "Nasri Nazam" some of them are for example in run on lines, others are in stanza form. The distinction of Sajjad Zaheer lies in his creating of harmony and rhythm, sometimes with repetition of words, sometimes with entire lines. He introduced rhyme and rhythm pattern which further enhance the musical effect and harmony of "Nasri Nazm. He wrote short and long Nasri poems but he touches poetic perfection in his poems. In this article, the authors have a thorough view of Sajjad Zaheer's "Nasri Nazm" as far as the form of the nazm is concerned. While giving relevant examples from his poetry.

key words: *Poem, genre of urdu literature, Sajjad Zaheer, Nasri Nazam, rhyme, short, long, Nasri poems, poetic perfection.*

ہئیت کے اعتبار سے نثری نظم (Prose Poem) آزاد نظم سے ایک قدم آگے کا تجربہ ہے۔ اس میں وزن، بحر اور قافیہ وردیف سے آزادی برتی جاتی ہے۔ یوں نثری نظم اوزان و بحور کے مروجہ نظام سے بے نیاز ہوتی ہے۔ اس میں محض "آہنگ" کا خیال رکھا جاتا ہے۔ یہ آہنگ دراصل داخلی آہنگ ہوتا ہے۔ اس میں مروجہ منظوم کلام کی طرح خارجی یا معروضی آہنگ نہیں پایا جاتا۔ داخلی آہنگ کے ساتھ ساتھ نثری نظم کے لیے "شعری تجربہ" اہم خیال کیا جاتا ہے۔ شعری تجربے سے

مراد یہ ہے کہ نثری نظم میں پیش کیے گئے مواد میں خیال، لفظ اور معنی کی سطح پر تخلیقیت اور شعریت کا عنصر موجود ہو۔ڈاکٹر فخرالحق نوری اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"نثری نظم کے وجود کا استحکام اس بات میں مضمر ہے کہ اس کا شعری مواد اس قدر جاندار ہو کہ خارجی آہنگ کی کمی کا احساس نہ ہونے دے۔۔۔اصل شے شعری جوہر (شعری تجربہ) ہے۔جو جذبات، تخیلات، احساسات اور نازک کیفیات سے مملو ہوتا ہے۔"(۱)

نثری نظم میں ایک مکمل خیال مربوط اور مسلسل انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس میں ہر طرح کے موضوعات استعاراتی اور علامتی اسلوب میں بیان کیے جاسکتے ہیں۔ بعض ناقدین نثری نظم کو شاعری کے بجائے نثر کہنے پر مصر ہیں۔ ان کے مطابق جب کسی فن پارے میں وزن وبحر کی قید نہ ہو اور اس میں معروضی آہنگ نہ ہو تو اسے نثر کہنا بہتر ہے۔اسے نثر لطیف کا نام بھی دیا جاتا رہا ہے۔دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ کسی تحریر کی بنیاد شعری تجربے پر ہے یا نثری تجربے کو بروئے کار لایا گیا ہے۔ نثری نظم دراصل مکمل شعری تخلیق ہوتی ہے اور اس کی بنیاد نثر کے برعکس شعری تجربے پر ہوتی ہے۔ نثر چاہے مسجع ومقفی ہو یا غیر مسجع ومقفی۔ہر قسم کی نثر، نثری نظم کے مقابلے میں نثر ہے اور نثری نظم شاعری ہے۔اس فرق کو قمر جمیل یوں واضح کرتے ہیں:

شاعرانہ نثر کو نثری نظم نہیں کہتے، نثری نظم دراصل شعری تجربے کا اظہار ہے اور شاعرانہ نثر شعری تجربے کا اظہار نہیں ہوتی۔ بلکہ شعری تجربے کا اظہار ہی دراصل شاعری ہے۔"(۲)

نثری نظم جس شعری تجربے کا تقاضا کرتی ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ ایسے الفاظ کا انتخاب کیا جائے جس میں وزن وبحر نہ ہونے کے باوجود بھی نغمگی اور موسیقیت کی کمی کا احساس نہ ہو۔ انیس ناگی لکھتے ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ نثری نظم لفظ کی شاعری ہے۔"(۳)

اس کا مطلب یہ ہے کہ نثری نظم میں الفاظ اتنے پر تاثیر ہونے چاہئیں کہ قاری پر مسحور کن کیفیت طاری کر سکیں۔ لفظوں کا استعمال تخلیقی سطح پر ہو تشبیہات واستعارات اور علامات کی مختلف صورتیں بھی سامنے آنا ضروری ہیں اور الفاظ وتراکیب کا برتاؤ ایسا ہو کہ خارجی آہنگ نہ ہونے کے باعث موسیقیت کی جو کمی پائی جاتی ہے، اس کا ازالہ کیا جاسکے۔

اردو نثری نظم کے حوالے سے کئی معتبر نام ہیں جنھوں اس صنف کی طرف سنجیدگی سے توجہّ دی۔مثال کے طور پر جوش ملیح آبادی، ن م راشد، قمر جمیل، کشور ناہید اور پروین شاکر وغیرہ۔ انہی معتبر ناموں میں ایک نام سجاد ظہیر کا بھی ہے۔انھوں نے ادب کے دوسرے شعبوں کے ساتھ ساتھ نثری نظم کو عام کرنے میں بھی بھرپور کردار ادا کیا۔ ان کا مجموعہ کلام "پگھلا نیلم" اس بات کا واضح ثبوت ہے۔ اس مجموعے میں ایسی نظمیں موجود ہیں جو روایتی تصورات سے ہٹ کر تخلیق کی گئی ہیں۔ سجاد ظہیر نے اردو اور فارسی کلاسیک کا گہرا مطالعہ کر رکھا تھا۔ دوسری طرف ترقی پسند تحریک کے سرخیل ہونے کے ناتے وہ شعر وادب میں نئے

نظریات اور جدید تر تصوّرات کو رائج کرنے کے بھی نہ صرف قائل تھے بلکہ خود اس کے تخلیقی محرّک بھی بنے۔ وہ پابند شاعری کی عظمت اور اہمیت کو بھی سمجھتے تھے اور شاعری میں ہیئت اور مواد کے حوالے سے نت نئے تجربات کی ضرورت سے بھی آگاہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے آزاد نظم سے آگے بڑھتے ہوئے نثری نظم کو بھی اپنے شعری اظہار کا ذریعہ بنایا۔ وہ شاعری میں قافیہ وردیف اور وزن وبحر کی موجودگی یا عدم موجودگی پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میرا اپنا خیال یہ ہے کہ اصلی اور اچھی شاعری بحر، وزن یا قافیہ کی پابندی کے ساتھ بھی کی جا سکتی ہے اور کی گئی ہے، اور ان کے بغیر بھی"(۴)

یہ ایک ایسا بیان ہے جو حقیقت پر مبنی ہے۔ شاعری صرف بحر، وزن اور قافیہ کی پابندی کا نام نہیں بلکہ جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا گیا، شاعری میں شعریت کا ہونا لازمی امر ہے۔ ہمارے ہاں ایسی پابند شاعری بھی کی گئی، جس میں شعریت کا فقدان ہے۔ اس کے برعکس روایتی پابندیوں سے مبرّا ایسی شاعری بھی موجود ہے جو شعریت سے بھرپور ہے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں لینا چاہئے کہ پابند شاعری مکمل طور پر خامیوں سے بھری پڑی ہے اور پابندیوں سے آزاد شاعری خوبیوں سے مالا مال ہے۔ یوں کہنا شاید درست ہو گا کہ پابند شاعری ہو یا پابندی سے مبرا شاعری، ہر دو طرح کی شاعری میں خوبیاں اور خامیاں ہو سکتی ہیں۔ سجاد ظہیر نے اس حقیقت سے پردہ ہٹایا۔ انھوں نے اس بات کی مزید وضاحت کچھ اس انداز سے کی:

"بدقسمتی سے اس وقت شاعری کی وہ پابندیاں جو ایک بڑے فنکار کے ہاتھوں میں شعری تخلیق اور شعری آہنگ کے کسی خاص مقصد کو حاصل کرنے کے لیے استعمال کی گئی تھیں، اب روایتی طور پر اور رسم ورواج کی طرح برتی جاتی ہیں۔ شعری تخلیق کا اصلی مقصود بیشتر بھلا دیا گیا ہے۔ دوسری طرف اس کا بھی امکان ہے کہ ان پابندیوں سے بری ہو کر جو شاعری کی جائے اس میں بھی شاعری کی اصلی روح مفقود ہو اور اگر ایسا ہوا تو وہ اس روایتی شاعری سے بھی زیادہ بری ہو گی۔ اس لیے کہ اس میں وہ مصنوعی آرائشیں اور گل بوٹے بھی نہ ہوں گے، جو پرانی قسم کی شاعری میں موجود ہوتے ہیں"(۵)

گویا اصل شاعری وہ شاعری ہے جس میں شاعری کی اصل روح شامل ہو دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ شاعری چاہے پابند ہو یا پابندیوں سے مبرا، ہر صورت میں شعریت کی خوبی سے مزین ہونی چاہئے ورنہ شاعری، اصلی شاعری نہیں رہے گی بلکہ محض الفاظ کا گورکھ دھندا ثابت ہو گی۔

ہر شاعر کے ہاں اچھے اور بہت اچھے یا برے شعر ہوتے ہیں۔ یہی بات سجاد ظہیر کی شاعری پر بھی صادق آتی ہے تاہم ان کے ہاں مجموعی اعتبار سے ایسی نثری نظمیں ملتی ہیں جو شعریت کی خوبی سے مالا مال ہیں۔ ہونٹوں سے کم، آج رات، تصویریں،

دریا، نادانی، بخشش، نرالی راتیں، تمہاری آنکھیں وغیرہ ان کی ایسی نظمیں ہیں، جن میں پڑھنے والوں کے لیے حظ اُٹھانے کا سامان موجود ہے۔ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ انھوں نے شاعری کے متعلق جو نظریہ پیش کیا، اس کو خود بھی تخلیقی حوالے سے عملی جامہ پہنایا۔

ہونٹوں سے کم،
گرم مہکتی سانسوں سے،
نم آنکھوں سے،
تم نے پوچھا،
کیا ہم سے محبت کرتے ہو؟
بس ایک حرف منہ سے نکلا
"ہاں"!
کتنا معمولی
چھوٹا سا
یہ نامکمل لفظ ہے
کیسے دکھلائیں تم کو
اس پوشیدہ، خوابیدہ
وادی کو
جس میں نور کی بارش ہوتی ہے
جھرنے بہتے ہیں نغموں کے،
اور لمبے، قد آور پیڑ چنار کے
اپنے جھل مل، سب، خنک سایوں کو
پھیلاتے ہیں
جیسے خود جینے کے رستے
یہ سب دولت، دل کو
تم نے ہی تو دی ہے! (٦)

سجاد ظہیر کے ہاں نثری نظمیں زیادہ تر مسلسل مصرعوں کی ہیئت میں پائی جاتی ہیں۔ اکا دکا نظم ایسی ہو گی جس میں بندوں کی ہیئت اپنائی گئی ہے۔ محبت کی موت، پرانی دیوار، تمہارے بنا، بس ایک قطرہ، بلور کے پیالے وغیرہ ایسی نظمیں ہیں، جن میں

مسلسل مصرعوں کی ہیئت برتی گئی ہے۔ وہ نظم میں ایسے مسلسل چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں الفاظ وتراکیب کے ذریعے ایسی تمثالیں اُبھارتے ہیں جو قاری پر تفہیم کے مختلف زاویے منکشف کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔

تمہارے بنا جیون بتانا
ناممکن مشکل نہیں
سہل ہے،
آنسوؤں کی شبنم چلمنیں
پر ان کے دریچوں پر
پڑی کپکپائیں گی
پاگل کاموں کی نشیلی ہوا
من کی گلابی پتھر جالیوں
آڑھے ترچھے بانکے نقشوں کے آر پار،
سنن سنن دوڑے گی[۷]

سجاد ظہیر کی نثری نظموں کی ایک اور خوبی اختصار ہے۔ اختصار اسلوب کی ایسی خصوصیت ہے جس کے ذریعے تخلیق کار کفایتِ لفظی سے کام لیتے ہوئے جامعیت کی منزل سے ہم کنار ہوتا ہے۔ "پگھلا نیلم" میں بلور کے پیالے، دریا، نرالی راتیں، سوتی بچی، محبت کی موت، پرانا باغ، کھوئی کھوئی رات، نیا سال، برسات کی رات، وغیرہ ایسی نثری نظمیں ہیں جو اختصار کی خوبی لیے ہوئے ہیں۔ ان مختصر نظموں میں جس موضوع پر بھی قلم اٹھانے کی کوشش کی گئی ہے، بڑی جامعیت کے ساتھ اس کو بیان کیا گیا ہے۔ ایسی تمام نظموں میں شاعر نے مختصر مگر جامع انداز میں اپنے احساسات وجذبات کو نثری نظم کے لباس میں پیش کیا۔

اس کی ماں کو
کام تھا
وہ دور
بہت دور
چلی گئی تھی
اور ہماری بچی
سو رہی تھی
رات کو
ہمارے پاس

تازہ جیسے پنکھڑی پر اوس
اور مجھے
ایسا لگ رہا تھا
کہ زندگی
اپنی سب اچھائیوں کو
تکیے کے نیچے
رکھ کر
سوگئی ہے (۸)

شاعر نے یہاں بہت مختصر اور سادہ الفاظ میں انتہائی جامعیت کے ساتھ ایسے شعری امیج پیش کر دیئے ہیں، جن میں زندگی کے دکھوں اور اُداسیوں کے مختلف شیڈز اُبھرتے محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ نثری نظم کے اس نمونے میں اختصار کا پہلو بھی موجود ہے اور مختلف بصری اور لمسیاتی تمثالوں کی صورت میں شعریت کا بھرپور رچاؤ بھی پایا جاتا ہے۔

سجاد ظہیر کے ہاں مختصر نثری نظموں کے ساتھ ساتھ طویل نثری نظمیں بھی ملتی ہیں۔ وہ نظم کے موضوعاتی تقاضوں سے باخبر ہیں۔ نظم کا موضوع اگر طوالت کا متقاضی ہو تو وہ اس تقاضے کو نبھاتے نظر آتے ہیں۔ تاہم طویل نثری نظموں میں بھی وہ اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ نظم تخلیقی سطح پر شعریت کے جوہر سے خالی نہ رہے۔ یوں ان کی طویل نثری نظمیں بھی شعریت کی روح سے بھرپور نظر آتی ہیں۔

اِنسانوں کی رنگین دنیا
آشاؤں کے جگ مگ دیپک
رشتوں ناتوں کے جال
سُبک، چمکیلے
جِن سے پیار بھرے، نمناک، رسیلے رُوپوں کی
ہونٹوں کی موہوم لکیروں
مدماتی آنکھوں کی
پرچھائیں چھنتی ہے،
لفظوں کے نگینے سَو سَو رنگ بدلتے ہیں
خلوت جلوت بن جاتی ہے
اور جان کو اک تازہ وعدہ

نوروزِ مسرّت، ثروتِ دل کامل جاتا ہے
تلخابِ ہلاکت اِن سب کو
برباد وزبوں کر دیتا ہے
اور صرف ہیولے وحشت کے
ویران دلوں کے صحرا میں
چنگھاڑتے ہیں اور ناچتے ہیں (۹)

یہ سجاد ظہیر کی ایک طویل نثری نظم کا اقتباس ہے۔ اس اقتباس میں موجود شعریت کا بھرپور رچاؤ اور شعری تمثالوں کا سلسلہ اس امر پر شاہد ہے کہ وہ اپنی طویل نثری نظموں میں بھی تخلیقیت کے اُس احساس کو برقرار رکھنے میں کامیاب رہتے ہیں جو نثری نظم کو شاعری کے زمرے میں شامل کرنے میں بنیادی اہمیت کا حامل سمجھا جاتا ہے۔

اردو نظم کی روایت میں سجاد ظہیر پہلے شاعر ہیں جنھوں نے نہ صرف سنجیدگی کے ساتھ نثری نظم لکھنے کی طرف توجّہ دی بلکہ اپنی نثری نظموں کو مرتب کر کے انھیں کتابی صورت میں شائع بھی کیا۔ سجاد ظہیر کے اس کارنامے کی طرف ممتاز نقاد گوپی چند نارنگ نے یوں اشارہ کیا ہے:

"باقر مہدی کا خیال ہے، میراجی کی نظم "جاتری" میں نثری نظم کی طرف چلنے کا اشارہ ملتا ہے تاہم نثری نظموں کا پہلا مجموعہ سجاد ظہیر کا "پگھلا نیلم" ہے۔"(۱۰)

سجاد ظہیر کی نثری نظموں پر مختلف زاویوں سے بحث ہوتی رہے گی تاہم ان کا اردو نثری نظم پر یہ احسان بھی بہت بھاری ہے کہ انھوں نے ایک ایسے دور میں اردو نظم کی اس ہیٔت کی طرف توجہ دی جب اہلِ ادب اس کو قبول کرنے تک کے لیے تیار نہیں تھے۔ یقینی طور پر اردو نثری نظم کی تاریخ میں ان کا نام سنہرے حروف سے لکھا جائے گا۔

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری، نثری نظم (مضمون)، مشمولہ، خیابان، اصناف سخن نمبر، شعبہ اردو پشاور یونیورسٹی، ۲۰۰۱ء، ص۱۸۷

۲۔ قمر جمیل، "نثری نظم، تجربہ اور روایت"، مشمولہ مقالات، مرتبہ، خالدہ حسین، نیشنل بک کونسل آف پاکستان، س ن، ص۱۱۸

۳۔ انیس ناگی، نثری نظمیں، مکتبہ جمالیات، لاہور، ۱۹۸۱ء، ص۲۶

۴۔ سجاد ظہیر، پیش لفظ، مشمولہ، پگھلا نیلم، مکتبہ دانیال، کراچی اشاعت دوئم ۲۰۰۵، ص۷

۵۔ ایضاً، ص۲۱

۶۔ ایضاً، ص۳۹

۷۔ ایضاً، ص۲۷

۸۔ ایضاً، ص۷۴

۹۔ ایضاً، ص۶۷

۱۰۔ گوپی چند نارنگ، ادبی تنقید اور اسلوبیات، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۸۹، ص۳۱۶